کلمة المدیر

عام انتخابات کے نتائج ۔۔۔ توقعات اور خدشات

10 اکتوبر 2002ء کو منعقد ہونے والے عام انتخابات مکمل ہو چکے ہیں جن کے غیر سرکاری نتائج کا اعلان بھی کیا جا چکا ہے۔ جس کی روشنی میں پاکستان مسلم لیگ (ق) سرفہرست رہی جبکہ پیپلز پارٹی (پارلیمنٹیرین) دوسرے اور متحدہ مجلس عمل تیسرے نمبر پر رہی۔

علاوہ ازیں مسلم لیگ (ن) آزاد ممبران اور متحدہ قومی موومنٹ نے بھی کچھ نشستیں حاصل کی ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی جماعت بھی اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ اکیلی حکومت سازی کرے۔ اس سارے عمل میں حیران کن بات متحدہ مجلس عمل کی غیر متوقع کامیابی ہے کہ قومی اسمبلی میں انہیں پچپن نشستیں حاصل ہوئیں ہیں جبکہ صوبہ سرحد میں وہ حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہے اور صوبہ بلوچستان میں بھی ان کے بغیر حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ بعض تبصرہ نگار اسے طے شدہ پلان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ قاضی اور پرویز مشرف کی تین گھنٹے پر مشتمل ملاقات کا نتیجہ ہے۔ جس سے بھارت اور امریکہ کو ایک خاص پیغام دینا مقصود ہے۔

جبکہ بعض تجزیہ نگار اس خیال کو درست خیال نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ دراصل دینی جماعتوں کی ان پالیسیوں پر عوام کا بھرپور اعتماد ہے۔ جو انہوں نے افغانستان میں امریکی جارحیت کے خلاف اپنائی اور افغان عوام کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا اور مسئلہ کشمیر یا پاکستان میں امریکی اثر و نفوذ کے خلاف آواز اٹھانے کے نتیجہ میں انہیں یہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کیونکہ ووٹرز کا نقطہ نظر بھی یہی تھا۔ جس کی ترجمانی متحدہ مجلس عمل نے کی۔ لیکن تعجب اس امر پر ہے کہ اگر یہ کامیابی امریکی پالیسیوں کے ردعمل کے طور پر ہوئی ہے تو اس کا مظاہرہ صرف سرحد یا بلوچستان میں ہی کیوں ہوا۔ پنجاب اور سندھ میں کیوں نہیں؟ جبکہ یہی جذبات پنجابی اور سندھی عوام کے بھی ہیں۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر دانشمندانہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔

دوسری جانب بعض بڑی سیاسی پارٹیوں نے انتخابی نتائج تبدیل کرنے کا الزام عائد کیا ہے اور یورپی یونین کے وفد نے بھی الیکشن کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے۔ ابھی اس پر مزید ردعمل متوقع ہے جبکہ سرکاری ترجمان نے ان الزامات کی تردید کی ہے۔

ان سب حالات کے باوجود ایک بات طے شدہ ہے کہ جو پارٹی بھی حکومت بنائے گی وہ دباؤ میں رہے گی۔ اپنے منشور کے مطابق نہ تو فیصلے کر سکے گی اور نہ ہی پالیسیاں مرتب کر سکے گی۔ کیونکہ دوسری بڑی پارٹیوں کی شرکت اور موجودگی اس پر اثر انداز ہوگی اور وہ اپنی بات بھی منوائیں گی۔ یوں یہ رسہ کشی روز اول سے شروع ہو جائے گی۔ جس کی وجہ سے ایک مضبوط اور مستحکم حکومت جو کہ آئینی ترامیم اور پالیسی سازی کے لئے از حد ضروری ہے قائم نہ ہو سکے گی اور یہ محض کٹھ پتلی حکومت بن کر رہ جائے گی۔

اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر مرکز میں مسلم لیگ (ق) حکومت بناتی ہے تو صوبہ سرحد اور بلوچستان میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت ہوگی۔ جبکہ سندھ میں پیپلز پارٹی برسراقتدار ہوگی۔ ایسی صورت میں وہی منظر سامنے آ رہا ہے جو 1993ء میں قائم ہوا تھا مرکز اور صوبوں کی آپس میں کھینچا تانی۔

اس سارے عمل کا نہ تو عوام کو فائدہ ہوگا اور نہ ہی یہ امر وطن عزیز کے مفاد میں ہے۔ اس خلفشار کا بھرپور فائدہ حسب روایات اسٹیبلشمنٹ اٹھائے گی۔

یہ ملک اب مزید تجربوں کا متحمل نہیں ہے۔ نصف صدی سے یہاں کئی تجربات ہو چکے ہیں۔ کوئی ایک تجربہ بھی کامیاب نہ ہوسکا اور نہ ہی کوئی سیاسی جماعت مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوسکی۔ اگر کسی کو موقع ملا بھی ہے تو بزور شمشیر اسے چلتا کیا اور ملک میں سیاسی افراتفری پیدا کر دی گئی۔ لہٰذا اب تمام کامیاب جماعتوں کے قائدین کے لئے بھی یہ لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اس نقطے پر پوری دیانتداری سے غور وفکر کریں اور ایسا لائحہ عمل مرتب کریں کہ کسی طالع آزما کو دوبارہ یہ جرات نہ ہو کہ وہ عوامی منتخب حکومت کے خلاف یکطرفہ کارروائی کر سکے۔ منتخب اسمبلی اپنی مدت پوری کرے تا کہ ان کی پانچ سالہ کارکردگی سامنے آئے اور آئندہ انتخابات میں عوام کو نمائندے چننے میں آسانی ہو۔

عوام ووٹ کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کر کے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اب یہ اہم ذمہ داری کامیاب سیاسی جماعتوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ وطن عزیز کو مشکلات سے نکالنے کی تدبیر کریں' عوام کو ریلیف دیں' مہنگائی کے عفریت کو روکیں' بے روزگاری کا مسئلہ حل کریں' امن وامان قائم کریں' لوگوں کو جان ومال کا تحفظ فراہم کریں' دہشت گردی وتخریب کاری کا خاتمہ کریں' ملک میں اسلامی کلچر کو فروغ دیں' عریانی وفحاشی کے سیلاب کو روکیں' بالخصوص متحدہ مجلس عمل جو کہ دینی جماعتوں پر مشتمل ایک الائنس ہے پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے'' کیونکہ وہ پہلی مرتبہ اس بھاری اکثریت سے منتخب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچی ہے اور وہ سابقہ تمام حکومتوں پر شدید تنقید کرتی رہی ہے۔'' کہ وہ پاکستان میں انقلابی اصلاحات کرے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کو کرپشن سے پاک کرے اور ایک مثالی نمونہ پیش کرے۔ تا کہ عوام نے ان پر جس بھرپور اعتماد کا اظہار کیا ہے اس پر پورے اتر سکیں اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر عوام کی خدمت کریں۔

بعض حلقے متحدہ مجلس عمل سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ امریکہ کے خلاف سخت اقدام اٹھائے گی اور ان کی مرضی اور ہدایات کو یکسر مسترد کر دے گی اور امریکی مفادات کو سخت نقصان پہنچائے گی۔ اس ضمن میں ہماری گزارش یہ ہے کہ ملک کی خارجہ پالیسی ہمیشہ بین الاقوامی حالات کو مدنظر رکھ کر بنائی جاتی ہے۔ جس میں سب سے پہلے جدید ٹیکنالوجی برتری کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ہی اس سے انکار ممکن ہے۔ لہٰذا اس کا پوری دنیا پر اثر ورسوخ ہے اور بین الاقوامی سطح پر ہونے والے اہم فیصلوں میں اس کا کردار تسلیم شدہ ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ متحدہ مجلس عمل ایک ایسا راستہ منتخب کرے جس سے اس کا ٹکراؤ ایسی قوت کے ساتھ ہو جائے جس کا حاصل کچھ نہ ہو۔

امید کرنی چاہئے کہ متحدہ مجلس عمل اعتدال کا راستہ اختیار کرے گی اور پاکستان کو صحیح اسلامی فلاحی ریاست بنائے گی۔